ڈاکٹر نذر خلیق
استاد شعبہ اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج،
اصغر مال، راولپنڈی

سرقہ اور جعل سازی کی اقسام

Dr. Nazar Khaleeq
Deptment of Urdu,Govt.Post Graduate College,
Asghar Mall, Rawalpindi

Types of Plagiarism and Copying

Plagiarism and copying in Urdu literature is common; there are many types of plagiarism and copying which we are discussed in the following article. Plagiarism and copying occur in all kinds of literature. It is discouraged on all levels. Any kind of plagiarized or copied research is not acceptable by H.E.C either. This article revolves around this important issue.

مختلف لغات اور اہل علم کی آراء کی روشنی میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ سرقہ نہ صرف چیزوں اور مال ومنال کا ہوتا ہے بلکہ علمی، ادبی اور فنی بھی ہوتا ہے۔ علمی، ادبی اور فنی سرقہ کئی سطحوں پر ہوتا ہے اور اس کی کئی اقسام ہیں۔ اس سلسلے میں خدیجہ شجاعت علی اپنی کتاب ''ترجمہ سہل حدائق البلاغت'' میں سرقہ کی اقسام پر اس طرح اظہار خیال کیا گیا ہے۔

> دوسرے شاعر کے شعر کو بعینہٖ یعنی بغیر کسی تبدیلی کے اپنے کلام میں لے آنا۔ ایسے سرقہ کو نسخ وانتحال کہتے ہیں۔ یہ سرقہ انتہائی معیوب ہے۔ سرقے کی دوسری قسم یہ ہے کہ کسی مضمون کو لے کر صرف لفظوں کی ترتیب بدل دینا۔ اگر دوسرے کی ترتیب پہلے سے بہتر اور چست ہوگی تو تحسین کے قابل ہے ورنہ مذموم اور مردود ہے۔ تیسری قسم سرقے کی یہ ہے کہ کسی دوسرے شاعر کا مضمون لے کر اپنے لفظوں میں باندھ لیں۔ چوتھی قسم یہ ہے کہ اگر کوئی شاعر شعر موزوں کر لے اور وہ بعینہٖ کسی دوسرے شاعر کے دیوان میں نکل آئے لیکن یہ ثابت ہو کہ بلا ارادہ ایسا ہوا ہے تو اسے سرقہ نہیں توارد کہتے ہیں۔ ایک قسم کا سرقہ ایسا ہوتا ہے کہ دوسروں پر ظاہر نہیں ہوتا یعنی دو شعروں کا مطلب ایک ہوتا ہے لیکن الفاظ مختلف ہوتے ہیں مثال میں یہ شعر ہیں۔

گلشن دہر میں جوں خار ہے اب قدر مری
جس کے دامن سے لگوں وہ چھڑاتا ہے مجھے

دوسرا شعر:۔

یوں کدورت مجھ سے ہے عالم کو مانندِ غبار
آسرا لوں جس کے دامن کا وہ دامن دے جھٹک

دوسرا یہ ہے کہ ایک شعر میں دعویٰ خاص ہو اور دوسرے میں دعویٰ عام ہو۔

پہلا شعر:

گر صید گہِ میں باقی کوئی نہیں تو ظالم
گو صید ناتواں ہوں پر کر شکار مجھ کو

دوسرا شعر:

شاہا ترے شکار کو عالم میں اب نہیں
باقی بغیر نرگسِ خوباں کوئی غزال

تیسرا یہ ہے کہ کسی مضمون کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا۔ مثلاً مندرجہ ذیل دونوں شعروں میں گل بازی کو آنکھوں سے اٹھانے کے بجائے نمک کی جانب منتقل کر دیا ہے کیونکہ نمک آنکھوں سے اٹھانے کا محاورہ عام ہے۔

رُتبہ گل بازی کا دلا کاش تو پاتا
ہاتھوں سے جو گرتا تو وہ آنکھوں سے اٹھاتا (جرأت)

مرے زخموں میں پُر کردو نمک اب کیا بچاؤ گے
گرے گا گر زمیں پر یہ تو آنکھوں سے اٹھاؤ گے (ذوق)

چوتھی قسم یہ ہے کہ دوسرے شاعر کا شعر پہلے شاعر کے شعر کے معنی کی ضد ہو۔

صندلی رنگ پر میں مَر ہی گیا
دردِ سر کیا کہ اب وہ مر ہی گیا

صندلی رنگوں پہ کیا دیں جان ہم
کس کو ہے اس دردِ سر کا اب دماغ

پانچویں قسم سرقہ غیر ظاہری کی یہ ہے کہ کسی اور کا مضمون لے کر اس میں اپنی طرف سے ایسے لفظوں کا اضافہ کرنا کہ شعر پہلے کی نسبت بہتر ہو جائیں مثال میں مومن اور ذوق کے دو شعر پیش ہیں:۔

خوں بہا قاتل ِ بے رحم سے مانگا کس نے
کہ فرشتے مجھے یاں داغ درم دیتے ہیں (مومن)
کہتی تھی ماہی بریاں کہ دبیرانِ قضا
داغ دیتے ہیں اسے جس کو درم دیتے ہیں (ذوق)

سرقہ غیر ظاہری ایسا مذموم نہیں۔ اگر اچھا تصرف کیا جائے تو کلام لائق تحسین ہو جاتا ہے۔ اردو کہنے والے شاعر کسی کے شعر کو صرف اشارہ کر کے اپنے کلام میں لے آتے ہیں تا کہ سرقہ کا احتمال باقی نہ رہے جیسے سودا نے میر درد کے اس شعر کا آخری مصرع اپنا لیا ہے۔

میں کیا کہوں کہ کون ہوں سودا بقول درد
جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

سرقہ جبھی کہلاتا ہے کہ ارادۃً کسی کے شعر یا مضمون کو اپنے کلام میں لے لیا جائے۔ (۱)

سرقہ کی اقسام پر یوں تو سب اہل علم کی رائے میں یکسانیت ہے بہت کم اہل علم نے اختلافی رائے دی ہے۔ ہاں البتہ ان اقسام کی روشنی میں جن ادبا کی تخلیقات پر اعتراضات اٹھائے گئے ان اعتراضات کے سلسلے میں کہیں کہیں اختلافی آراء ضرور پیدا ہوئی ہیں۔ چند اور اہل علم کی آرا کو بھی دیکھ لیں تو سرقہ کی اقسام بالکل واضح ہو کر سامنے آجائیں گی۔ حکیم انجم فوقی بدایونی ''فکر وفن'' میں اقسام سرقہ پر یوں روشنی ڈالتے ہیں۔

> کسی شاعر کے کلام کو بغیر ردوبدل کے پڑھنے کو انتحال کہتے ہیں اور گھٹا بڑھا کر پڑھنے کو اغارہ کہتے ہیں۔ یہ دونوں سرقہ کی قسمیں ہیں۔ (۲)

ڈاکٹر گیان چند اپنی کتاب ''تحقیق کا فن'' میں لکھتے ہیں۔ سیرس نے سرقے کی تین اقسام کی ہیں۔

۱۔ لفظ بہ لفظ چوری

۲۔ Patch work quilt یعنی ایسا لحاف جس کا ابرہ مختلف کپڑوں کی پیوندوں کو سی کر تیار کیا گیا ہو، مراد ہے جا بجا دوسروں کے جملے لے کر چپکا دینا۔

۳۔ دوسروں کی دریافتوں کا اپنے الفاظ میں خلاصہ کر دینا۔ آخر الذکر میں اگر ماخذ کا اعتراف کر لیا جاوے تو سرقہ نہیں۔ ماخذ کا اعتراف نہ کرنے کی صورت میں سرقہ ہے۔ ''آبِ حیات'' میں قدما کی کئی مثالیں دی ہیں کہ ان کے بعض اشعار دوسروں کے فارسی اشعار کا لفظ بہ لفظ ترجمہ ہیں۔ غالب نے کافی اشعار دوسروں کے فارسی کلام سے ماخوذ کیے ہیں۔ انجمن ترقی اردو ہند میں غلام حسین بخشی کی مثنوی معدنِ یاقوت ہے۔ رضا لائبریری رام پور میں اس سے کچھ بعد کی محمد ناصر خاں رام پوری کی مثنوی نسخہ یاقوت ہے۔ غلام حسین بخشی کبھی رام پور میں رہے ہیں۔ اقبال کی نظم ''نیا شوالہ'' اولاً مخزن مارچ ۱۹۰۵ء میں شائع ہوئی۔ کسی محمد عبداللہ عطا ساکن چرکھاری، سنٹرل انڈیا نے یہ پوری نظم رسالہ شاہد سخن' حیدرآباد دسمبر ۱۹۱۳ میں اپنے نام سے چھپوا

دی۔ ہمارے دور میں اردو کے کم از کم دو تحقیقی مقالوں کو جزوا دوسروں کی کتابوں اور مقالوں سے سرقہ قرار دیا گیا۔ بیسویں صدی کی ساتویں دہائی میں چندسال کے فرق کے ساتھ دو مصنفوں کے دو اردو ناول شائع ہوئے۔ دونوں لفظ بہ لفظ یکساں ہیں سوااس فرق کے کہ ایک کے کردار ہندو ہیں دوسرے کے مسلمان''۔(۳)

مولوی محمد نجم الغنی نے اپنی کتاب ''بحر الفصاحت'' میں اقسام سرقہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور مثالیں بھی دی ہیں آیئے دیکھتے ہیں کہ وہ سرقہ کی کیا اقسام بتاتے ہیں۔

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ سرقے کی دو قسمیں ہیں ایک سرقہ ظاہر اور دوسرا سرقہ غیر ظاہر۔ سرقہ ظاہر وہ ہے کہ اگر دونوں شعروں کو کسی عاقل کو سنایا جائے تو وہ حکم لگادے کہ ان میں سے ایک کی اصل دوسرا ہے بشرطیکہ اس لفظ کو جو غرض وصفت پر دلالت کرتا ہو تمام آدمی نہ جانتے ہوں اور یہ تین قسم پر ہے۔ ایک انتحال و نسخ یعنی کسی کے کلام کو بغیر اختلاف الفاظ و معانی کے اپنا کرلیں جیسے یہ بیت۔

جانیں مشتاقوں کی لب تک آئیاں
بل بے ظالم تیری بے پروائیاں

میر محمدی بیدا اور خواجہ بینگا شیدا دونوں کے کلام میں موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں صاحبوں میں سے ایک نے سرقہ کیا ہے۔

اعجاز لب اس کا دم عیسیٰ سے نہیں کم
وہ پنجۂ سیمیں ید بیضا سے نہیں کم

معدوم کو کیونکر کوئی ثابت کرے دانا
مضمون کمر یار کا عنقا سے نہیں کم

نواب عماد الملک غازی الدین خاں نظام تخلص کے کلام میں بھی موجود ہیں اور والہ فیض آبادی کے یہاں بھی لکھے ہیں تیسرے مصرعے میں دانا کی جگہ والہ لکھا ہوا ہے۔(۴)

نجم الغنی کے نزدیک سرقہ ظاہر کی دوسری قسم مسخ اور اغارہ ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

دوسری قسم سرقے کی مسخ اور اغارہ ہے یہ اسے کہتے ہیں کہ کسی شخص کے کلام کے تمام لفظ و معنی لیکر صورت کلام کی بدل دیں یعنی ترکیبِ الفاظ میں تغیر و تبدل کردیں یا بعض الفاظ لیں تمام الفاظ نہ لیں جیسے۔

کبھو قاصد وہ جو پوچھے ہمیں کیا کرتے ہیں
جان و ایمان و محبت کو دعا کرتے ہیں (میر)

اس شعر کو اسیر نے اپنا کر یوں کرلیا ہے۔

وہ جو پوچھے ہمیں کیا کرتے ہیں
کہیو قاصد کہ دعا کرتے ہیں

اور مرزا دبیر نے یوں لکھا ہے۔

آقا جو مرا پوچھے کہ کیا کرتے ہیں
کہیو کہ شتاب آؤ دعا کرتے ہیں(۵)

سرقہ ءظاہر کی اس قسم کے متعلق بھی مولوی محمد نجم الغنی نے بیسیوں مثالیں پیش کی ہیں سرقہ ظاہر کی تیسری قسم ان کے نزدیک سلخ اور المام ہے وہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''تیسری قسم سرقے کی سلخ اور المام ہے یعنی مضمون و مطلب کو اور الفاظ میں باندھنا اس کے الفاظ چھوڑ دینا جیسے۔

کس لیے لطف کی باتیں ہیں پھر
کیا کوئی اور ستم یاد آیا (شیفتہ)
مقرر بلا آنے والی ہے کوئی
نہیں بے سبب مہربانی تمہاری(۶)

سرقہ ءظاہر کی تیسری قسم کو واضح کرنے کے لیے نجم الغنی نے بیسیوں اشعار پیش کیے ہیں۔ مولوی محمد نجم الغنی نے سرقے کی دوسری بنیادی صورت کو سرقہ غیر ظاہر کے نام سے موسوم کیا ہے۔ وہ سرقہ ءغیر ظاہر کے متعلق کہتے ہیں۔

سرقہ ءغیر ظاہرا سے کہتے ہیں کہ اگر دو شاعروں کے شعر کسی عاقل کو سنائے جائیں تو وہ ان کے سننے کے بعد اس بات کا حکم کرنے میں ایک کی اصل دوسرا ہے تامل وغور کی طرف محتاج ہوا گرچہ سرقہ غیر ظاہر میں بھی پہلے شاعر کے معنی دوسرا شاعر لیتا ہے لیکن اس میں یہ بات مخفی ہوتی ہے کہ دوسرے نے پہلے سے معنی لیے ہیں بخلاف سرقہ ظاہر کے کہ اس میں یہ امر خوب ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے معنی سے دوسرے معنی لیے گئے ہیں اور اس کی پانچ قسمیں ہیں۔ ایک قسم یہ ہے کہ کوئی شاعر ایسا شعر لکھے کہ اس کا مضمون دوسرے شاعر کے شعر سے مشابہت رکھتا ہو اور شاعر ماہر وہ ہے کہ مشابہت کے اخفا میں کوشش کرے اس طرح کہ شعر کی زمین بدل دے اور مضمون بھی بدل دے اسطرح کہ اگر پہلے کا شعر مدح میں ہو تو ہجو میں لکھے اور اگر پہلے کا شعر مرثیے میں ہو تو تہنیت کے موقع پر لائے۔

کفر کچھ چاہیے اسلام کی رونق کے لیے
حسن زنار ہے تسبیح سلیمانی کا (میر)
ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی (سودا)(۷)

سرقہ ءغیر ظاہر کی دوسری قسم مولوی محمد نجم الغنی کے نزدیک کچھ اس طرح ہے:

دوسری قسم سرقہ غیر ظاہر کی یہ ہے کہ ایک شاعر کی بیت میں ادعا عام ہو دوسرا اپنے شعر میں ادعاِ خاص کرے مثال اس کی۔

ہائے سرخی ترے رخسار کی ہنگام عتاب
جتنا بگڑے ہے تو اتنا ہی سنور جاتا ہے
(محمد یار خان امیر)

غصے میں نیا رنگ نکالے ہیں پری رو
جیوں جیوں یہ بگڑتے ہیں سنور جاتے ہیں کیسے
(شہدی)

پہلے شعر میں خاص اپنے معشوق کے رخسار کا عتاب میں سرخ ہو جانا اور جتنا اس کا بگڑنا اتنا ہی سنور جانا بیان کیا ہے اور دوسرے شعر میں یہ باتیں عام معشوقوں کے واسطے ثابت کی ہیں داغ نے بھی اس مضمون کو باندھ لیا ہے اور ان کے شعر میں ادعائے خاص ہے۔

غصے نے اور رنگ ترا شوخ کردیا
اچھی بنی بگاڑ میں صورت عتاب کی (داغ)(۸)

سرقہ غیر ظاہر کی تیسری قسم پر مولوی نجم الغنی نے اس طرح روشنی ڈالی ہے۔

’’تیسری قسم سرقہ غیر ظاہر کی یہ ہے کہ کسی خاص مضمون کو ایک محل سے دوسرے محل میں نقل کریں یعنی وہ خاص مضمون ایک شاعر نے کسی اور موقع پر لکھا تھا دوسرا اس کو کسی اور موقع پر لائے۔ مثال یہ قول دبیر کا۔

آنکھوں میں پھرے اور نہ مردم کو خبر ہو (دبیر)
آنکھوں میں یوں پھرے کہ مژگاں کو خبر نہ ہو (انیس)

اوّل مصرع میں خبر نہ ہونے کی نسبت مردم دیدہ کی طرف ہے اور دوسرے میں مژہ کی طرف‘‘(۹)

سرقہ غیر ظاہر کی چوتھی قسم مولوی نجم الغنی کے نزدیک کچھ اس طرح ہے۔

چوتھی قسم سرقہ غیر ظاہر کی یہ ہے کہ ایک شاعر کا کلام دوسرے شاعر کے کلام کی ضد ہو جیسے۔

منہ ڈھانک دیا خواب میں اس رشک پری کا
کیا ہم نے بگاڑا تھا نسیمِ سحری کا
(نامعلوم)

منہ کھول دیا خواب میں اس رشک پری کا
ممنون ہوں میں آج نسیم سحری کا
(نامعلوم)

نہ دیکھی چشمِ ناز سے چھوئی نہ دست آز سے

سنا کیے ہیں بارہا یار کے کمر نہیں
(اختر)

سب نے چلتے ہوئے آنکھو سے انہیں دیکھا ہے
پھر یہ کیونکر نہ کہیں لوگ کمر رکھتے ہیں
(برق) (۱۰)

سرقہ غیر ظاہر کی چوتھی قسم کے ضمن میں بھی مولوی نجم الغنی نے متعدد مثالیں دی ہیں۔ تاہم سرقہ غیر ظاہر کی پانچویں قسم کے سلسلے میں بھی ان کی رائے قابلِ توجہ ہے۔

پانچویں قسم سرقہ غیر ظاہر کی یہ ہے کہ دوسرے شاعر کے مضمون سے کچھ لے کر اور چیزیں ایسی بڑھا دیں کہ بہ نسبت اوّل کے زیادہ لطف ہو جائے جیسے

خوں بہا قاتل بے رحم سے مانگا کس نے
کہ فرشتے مجھے یاں داغ درم دیتے ہیں (مومن)
کہتی تھی ماہی بریالا کہ دبیران قضا
داغ دیتے ہیں اسے جس کو درم دیتے ہیں (ذوق)

ظاہر ہے کہ مومن کے شعر میں داغ درم دینا اور خون بہا مانگنا محض ادعا ہے اور ذوق کے شعر میں داغ دینا اور صاحبِ درم ہونا ثابت ہے مومن کے شعر سے داغ و درم کا مضمون لے کر اس طرح سے ادا کیا ہے کہ اس کی نسبت بہت بلیغ ہو گیا ہے۔ (۱۱)

یوں تو مولوی محمد نجم الغنی نے جس وضاحت سے سرقہ کی تعریف کی ہے اور سرقہ کی اقسام در اقسام پر روشنی ڈالی ہے، اس سے سرقہ اور اقسام سرقہ پر مزید کچھ لکھنے کی گنجائش نہیں رہ جاتی تاہم سرقہ اور اقسام سرقہ کی مزید وضاحت ہو جائے تو اس میں کوئی قباحت والی بات بھی نہیں ہے۔ مولوی سہیل احمد نے پروفیسر بے خود موہانی کی کتاب ''گنجینہء تحقیق'' پر تبصرہ لکھتے ہوئے سرقہ اور سرقہ کی اقسام پر روشنی ڈالی ہے جن سے اقسام سرقہ کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

سرقہ کی بدترین صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی متقدم کا خیال لے کر اپنی عبارت کے پردے میں چھپانے کی کوشش کی جائے اور اس سعی اخفا میں شعر استاد کی اصلی روح فنا ہو کر رہ جائے، مثلاً غالب کا شعر تھا۔

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں
جناب امیر مینائی فرماتے ہیں۔
کیوں نہ مرجایئے اب ان کی اداؤں پر امیر
قتل کرتے ہیں اور ہاتھ میں شمشیر نہیں (۱۲)

اس سلسلے میں نریش کمار شاد کی رائے بھی بہت اہمیت رکھتی ہے۔ انہوں نے بھی اپنی کتاب ''سرقہ اور توارد'' میں

سرقے کی بدترین صورت کے سلسلے میں اشعار درج کیے ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سارق نے متقدم کے خیال کو لے کر اپنی فنکارانہ مہارت سے نئی صورت دینے کی کوشش کی ہے حالانکہ یہ بات معیوب ہے اگر ایک شاعر نئے خیالات تخلیق نہیں کرسکتا اور اس میں تخلیق کی صلاحیت نہیں ہے، محض فن سے آ گاہ ہے۔ تو وہ سارق ہی کہلائے گا۔ آیئے ان اشعار کو بھی دیکھیں۔

ناخن سے بوالہوس کا گلا یوں ہی چھل گیا
لو ہو لگا کے وہ بھی شہیدوں میں مل گیا
(میر)

گل اس نگہ کے زخم رسیدوں میں مل گیا
''یہ بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گیا''
(ذوق)

ہم ہیں مشتاق اور وہ بے زار
''یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے''
(غالب)

دردِ دل کی کوئی دوا نہ دعا !
'' یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے''
(یاس یگانہ) (۱۳)

سرقہ کے علاوہ ''جعل سازی'' بھی ہر زبان کے ادب میں ہوتی رہی ہے۔ سرقہ میں سارق ماہرانہ مشقت سے کام لیتا ہے جبکہ جعل سازی میں بسا اوقات جعل ساز کچھ بھی نہیں کرتا اور دوسروں کی کمائی کا مالک بن جاتا ہے۔ سرقہ کی طرح جعل سازی بھی کئی طرح سے ہوتی ہے۔ کسی کی کتاب کسی کے نام سے شائع ہوجاتی ہے اور کسی کا شعر یا غزل بلکہ پورا دیوان لے لیا جاتا ہے، شاعر ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے اور متشاعر صاحبِ دیوان بن جاتا ہے۔ اہلِ علم نے جعل سازوں کی جعل سازیوں پر روشنی ڈالی ہے۔ سب سے پہلے ڈاکٹر گیان چند کی رائے دیکھتے ہیں۔

> کچھ اہل علم اپنی صلاحیتوں کا غلط استعمال کر کے قدیم مصنفین کے نام سے جعلی کتابیں تیار کر دیتے ہیں۔ یہ کام تاجرانِ کتب کرائیں یا اہلِ علم اپنی طرف سے کریں دونوں صورتوں میں مقصدِ جلب زر اور کسبِ شہرت ہوتا ہے۔ ....اردو میں اس قسم کی کافی مثالیں ملتی ہیں۔ پروفیسر محمد حبیب نے ثابت کیا ہے کہ ابتدائی چشتی بزرگوں کے نام کی تو کتابیں بالکل جعلی ہیں۔ ان بزرگوں میں خواجہ معین الدین چشتی، شیخ قطب الدین بختیار کاکی، شیخ فرید الدین گنج اور خواجہ نظام الدین اولیاء وغیرہ ••••• اردو میں جعلی کتابوں کے مشہور ترین نمائندے یہ ہیں۔

۱۔ تمنا عمادی مجیبی پھلواروی نے حضرت عمادالدین قلندر پھلواروی سے منسوب ایک رسالہ صراط مستقیم معروف بہ سیدھا راستہ (۱۰۸ھ) وضع کیا اور اسے قاضی عبدالودود کے رسالے ''معیار'' پٹنہ بابت مارچ ۱۹۳۶ میں شائع کر دیا اس کی غرض کسی جھگڑے میں اپنے موقف کی تائید بہم پہنچانا تھا۔

۲۔ خواجہ عبدالرؤف عشرت نے ''میر کی وصیت'' کے نام سے قواعد اردو پر مشتمل ایک رسالہ شائع کیا جو رشید حسن خاں کے خیال میں عشرت ہی کی تصنیف ہے۔

۳۔ شریف احمد شرافت نوشاہی نے اپنے فرقے کے بانی حاجی محمد نوشہ متوفی ۱۰۶۴ھ کے نام سے دو جعلی اردو منظومات شائع کیں مثنوی گنج الاسرار ۱۳۸۴ھ م ۶۵۔۱۹۶۴ میں اور انتخاب گنج شریف ۱۹۷۴ میں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ پوری کتاب نہیں، ایک جز واپنی طرف سے تصنیف کر کے کسی بڑے مصنف کی کتاب میں سمودیا جائے، دو مثالیں: (۱) محمد حسین آزاد نے اپنے مرتبہ ''دیوان ذوق'' میں بہت کچھ کلام خود تصنیف کر کے ذوق کے نام سے شامل کر دیا۔ محمود شیرانی نے آزاد کے کاغذات میں ایسی ۸۴ غزلوں کے مسودے دریافت کیے جو ''دیوانِ ذوق'' میں شامل نہیں۔ (۲) ڈاکٹر محمد صادق کے مطابق تین قصیدے اور ۲۷ غزلیں اسی نوعیت کی ہیں۔ (بحوالہ عابد پشاوری ذوق اور محمد حسین آزاد ص ۱۴۶)۔ خود عابد کے نزدیک وضعی غزلوں اور قصیدوں کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔ عبدالباری آسی نے غالب کے نام سے ۲۶ غزلیں تصنیف کیں۔ انہیں پہلے نگار لکھنو میں اور بعد میں اپنی مکمل شرح کلام غالب (لکھنو ۱۹۳۶) میں شائع کیا۰۰۰ جعل میں نیت خراب ہوتا ہے۔ اب فرطِ عقیدت کی آفریدہ صورتیں ملاحظہ ہوں۔ ڈاکٹر حفیظ قتیل مطلع کرتے ہیں کہ بعض دکنی رسائل ایسے بھی ملتے ہیں جن کی تالیف مختلف مصنفوں کے رسائل کے اقتباسات کو جوڑ کر کی گئی ہے چونکہ اس سب رسائل میں بیجاپور کا مخصوص تصوف پیش کیا گیا ہے اس لیے ان میں ترتیب و تسلسل میں بھی فرق نہیں آیا۔ ان کے مصنف اور زمانے کا تعین پریشان کن ثابت ہوتا ہے۔ (معراج العاشقین کا مصنف۔ حیدرآباد ۱۹۶۸۔ ص ۹)

ڈاکٹر جمیل جالبی نے ایک عقیدت آمیز صورت میں بیان کیا ہے کہ دکن میں بہت سے صوفی کسبِ فیض و برکت کے لیے اپنے بعض اشعار یا نظموں میں اپنے پیر کا نام ڈال دیتے تھے (تاریخ ادب اردو جلد اوّل ص ۲۲۷) (۱۴)

جعل سازی کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ کسی مکمل کتاب یا کچھ حصہ اپنے نام سے شائع کرا لیا جائے اور شہرت حاصل کر لی جائے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر انور سدید کی رائے دیکھ لیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

کچھ عرصہ قبل کراچی کے ایک ابھرتے ہوئے نقاد نے ایک پورا باب ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے رسالہ ''نگارِ پاکستان'' میں اپنے نام سے چھپوا دیا۔ ڈاکٹر صاحب (فرمان فتح پوری (کی توجہ جب اس دھاندلی کی طرف دلائی گئی تو انہوں نے لاعلمی کا اعتراف کیا اور بتایا کہ کراچی کے ایک علم دوست پروفیسر نے ان سے مضمون کی اشاعت کی سفارش کی تھی۔ میں نے ان پر تکیہ کیا اور مضمون دیکھے بغیر ''نگار'' میں اشاعت کے لیے دے دیا۔

> لیکن صاحب! یہ تو معمولی بات ہے۔ نیز فتح پوری کے زمانے میں ایک صاحب نے نیاز صاحب کا مضمون اپنے نام سے چھپولیا تھا۔ایسی دھاندلی بھی کبھی ہوئی ہے؟......
>
> پچھلے دنوں ایک قومی روزنامے میں ایک نوخیز ادیبہ نے ڈاکٹر وزیر آغا کی کتاب ''تخلیقی عمل'' کا ایک باب لفظاً لفظاً پنجابی میں ترجمہ کیا اور حوالہ دیے بغیر ''قسمت ادبی'' میں چھپوالیا۔ (۱۵)

ترجمہ کی صورت میں بھی بہت جعل سازیاں ہورہی ہیں گویا ترجمہ بھی جعل سازی کا ذریعہ بن گیا ہے۔ترجمہ کرنے والا کسی دوسری زبان کے ادب پارے کا ترجمہ کرتے ہوئے بنیادی ماخذ کا حوالہ نہیں دیتا یہ سلسلہ بہت پرانا ہے۔ملا وجہی نے بھی ایسا کیا کہ ''سب رس'' کو اپنی طبع زاد کتاب ظاہر کیا حالانکہ وہ ترجمہ شدہ کتاب ہے۔عہدِ حاضر میں ڈاکٹر جمیل جالبی کے ساتھ بھی یہ ظلم ہوا ہے کہ کسی نے ان کی کتاب ''ارسطو سے ایلیٹ تک'' کا سندھی زبان میں ترجمہ کیا ہے اور ڈاکٹر جمیل جالبی کی کتاب کا حوالہ تک بھی نہیں دیا۔اس سلسلے میں ڈاکٹر جمیل جالبی ایک خط میں راقم کو لکھتے ہیں۔

> ''ماہنامہ ''سوجھرو'' سندھی زبان کا کثیر الاشاعت ماہنامہ ہے اس میں آپ کے مطلب (مقالہ پی ایچ ڈی) کا مواد نظر سے گزرا۔اس کی ایک صاف عکسی نقل آپ کے مطالعہ کے لیے بھیج رہا ہوں۔چوری کی جانی والی کتابوں میں میری کتاب ''ارسطو سے ایلیٹ تک'' بھی شامل ہے کہ جسے بغیر میرا ارمیری کتاب کا حوالہ دیئے سندھی میں کرلیا گیا ہے۔ (۱۶)

ڈاکٹر جمیل جالبی نے اس سلسلے ایک خط ماہنامہ ''سوجھرو'' کے ایڈیٹر تاج بلوچ صاحب کو بھی لکھا اور اس کی ایک نقل مجھے بھی ارسال فرمادی۔ڈاکٹر صاحب نے ترجمہ میں ہونے والی جعل سازی کے بارے میں لکھا۔

> مکرمی تاج بلوچ صاحب۔السلام علیکم۔ڈاکٹر ثمرین شیخ صاحبہ کا مراسلہ ''سوجھرو'' نومبر ۲۰۰۰ء کے شمارے میں نظر سے گزرا جس میں انہوں نے حوالوں کے ساتھ ان چوریوں اور سرقوں کی نشاندہی کی ہے جو سندھی زبان کے بعض ادیبوں نے کی ہیں ان میں میری کتاب ''ارسطو سے ایلیٹ تک'' کا بھی ذکر ہے۔ڈاکٹر ثمرین شیخ نے بتایا کہ حضرت بدرابڑو نے اپنے کتاب ''تنقید نگاری جو ارتقائی جائزہ'' میں سوائے باب ۱۲ کے باقی سب ابواب میری کتاب ''ارسطو سے ایلٹ تک'' سے لے کر سندھی میں ترمہ کردیئے ہیں اور میرا یا میری کتاب کا کوئی حوالہ بھی نہیں دیا ہے۔اس خبر سے مجھے انتہائی دکھ ہوا۔ذہنی دیانتداری ہر ادیب یا لکھنے والے کے لیے بنیادی شرط ہے۔اب حضرت بدرابرو خود بتائیں کہ چوری کے اس دھبے کو دھونے کے لیے انہیں کیا کرنا چاہیے اور اس چوری کے پکڑے جانے پر مجھے کیا کرنا چاہیے؟ خاکسار،جمیل جالبی۔ (۱۷)

ترجمہ کی صورت میں عربی، فارسی، انگریزی، سرائیکی، پنجابی اور اردو میں جعل سازیاں ہوئی ہیں۔ترجمہ کرنے والوں نے ایک زبان کی تخلیق دوسری زبان میں ڈھال کر اپنی ملکیت اور اثاثہ بنالیا ہے۔

جعل سازیوں میں ایک جعل سازی یہ بھی ہے کہ مقالات لکھتے ہوئے تھوڑی بہت تبدیلی کرلی جاتی ہے اور پورا مقالہ اپنے نام کرلیا جاتا ہے نہ صرف ایسے جعلی مقالوں پر ڈگریاں لے لی جاتی ہیں بلکہ ایسے جعلی مقالوں کو شائع کرکے مالی

منفعت بھی حاصل کر لی جاتی ہے۔جعل سازی کے بارے میں حافظ محمد ادریس کی تحریر بھی قابل توجہ ہے۔ وہ اپنے کالم ''علمی چوری''میں لکھتے ہیں۔

'دنیا کے بڑے بڑے علماء اور قلم کاروں کے شہ پارے ادبی سارقین کی دست برد کا شکار ہوتے رہے مگر اب تو عالم یہ ہے کہ معمولی قسم کی لکھاری بھی ایسے مہربانوں کی زد میں ہیں۔ سرقہ کا جرم کیسے سرزد ہوتا ہے؟ اس کا سادہ اور کم ترین طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی ''دانشور'' کسی ادیب یا مصنف کی تحریر میں سے کوئی چھوٹا موٹا اقتباس اپنی تحریر میں نقل کر لیتا ہے۔اس کا نہ کوئی حوالہ دیتا ہے نہ اصل مصنف کا تذکرہ کرتا ہے۔لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اسی دانشور کے رشحاتِ قلم ہیں۔ یہ اگرچہ جرم ہے مگر کسی حد تک قابل معافی ہے۔ایک طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کسی تحریر کو سیاق وسباق سے کاٹ چھانٹ کر، کچھ سابقے، لاحقے کا اضافہ کر کے اپنے نام سے لوگ چھاپ دیتے ہیں۔ یہ جرم ہے اور ناقابل معافی۔ ایسے قلم کاروں کو عموماً ''قینچی ادیب'' کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ دوسروں کی تحروں کی کتر بیونت کرتے اور ادیب بن جاتے ہیں۔قینچی ادیبوں سے زیادہ بڑے مجرم ''استرا ادیب'' کہلاتے ہیں۔ یہ کسی کی پوری تحریر من وعن، بغیر ذرا برابر ترمیم وحذف کیے، اپنے نام منسوب کر لیتے ہیں۔ یہ واقعی بڑے ''دلیر'' چور ہوتے ہیں۔ جرم کی سزا تو اپنی جگہ، مگر اس دیدہ دلیری پر ان کی بلائیں لینے کو جی چاہتا ہے۔ دنیا کے بعض ممالک میں ادبی سرقہ پر سزا کا سانون موجود ہے مگر ہمارے ہاں یہ صرف کاپی رائٹ ایکٹ کے قانون تک محدود ہے۔ (۱۸)

جعل سازی کے طریقوں میں سے یہ بھی ہے کہ کچھ ادیب اپنے بارے میں خود لکھتے ہیں اور دوسروں کے نام سے سامنے لاتے ہیں تا کہ ان کی شہرت میں اضافہ ہو اور یا اگر ادیبوں پر کوئی الزام لگا دیا جائے تو اس کا جواب خود دینے کی بجائے دوسروں سے دلاتے ہیں اور خود پس منظر میں رہ کر اپنی صفائی پیش کرتے ہیں۔ رفیق احمد نقش لکھتے ہیں۔

غالب نے قاطع برہان شائع کی تو اس وقت کی ادبی دنیا میں ایک ہنگامہ بپا ہو گیا اور غالب کی کتاب کے جواب میں کئی کتابیں سامنے آئیں۔ مذکورہ کتابوں میں سے کچھ میں نازیبا زبان استعمال کی گئی تھی۔ غالب کو یہ بات اپنی حیثیت سے کم تر معلوم ہوئی کہ ان کا جواب خود سے تحریر کریں، تاہم جواب دینا بھی ضروری تھا سید سعادت علی کی فارسی تالیف محرق برہان قاطع کا جواب غالب نے ''سوالات عبدالکریم'' کے نام سے اردو میں شائع کیا۔ یہ کتاب عبدالکریم نامی طالب علم کی تصنیف کے طور پر سامنے آئی۔ ماہرینِ غالبیات کی متفقہ رائے ہے کہ یہ کتابچہ غالب کی تحریر ہے۔ ''محرق قاطع برہان'' کے جواب میں غالب نے ''لطائف غیبی'' کے نام سے اردو ہی میں ایک اور کتابچہ تحریر کیا اور اس کتاب پر بطور مصنف اپنے شاگرد میاں دادخاں سیاح کا نام درج کیا۔ ساتھ ہی سیاح کو ''سیف الحق'' کے خطاب سے نوازا۔ (۱۹)

مسٹر رفیق احمد نقش نے جعل سازی کے اس انداز کو نمایاں کرنے کے لیے چند اور واقعات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

سید محمد اسماعیل رسا ہمدانی نے غالب کے ایک اصلی خط کے ساتھ چھبیس جعلی خطوط غالب کے نام سے لکھ کر ''نادر خطوطِ غالب'' کے عنوان کے تحت شائع کیے۔جعل سازی میں مفتی انتظام اللہ شہابی کو کمال حاصل تھا۔

انہوں نے بے شمار غلط روایات کسی حوالے کے بغیر اور کم تر روایات حوالوں سے تحریر کیں اور یہ حوالے بھی جعلی ہیں۔ لطائف الشعرا میں من جملہ اور شعرا کے غالب کے بارے میں بھی دو ایک حقیقی تو دس بیس فرضی حکایات لکھ ماری ہیں۔ (۲۰)

جعل سازی بد دیانتی کا دوسرا نام ہے۔ نام نہاد ادیب یہ جعل سازیاں کس طرح کرتے ہیں اس حوالے سے راقم کے نام پروفیسر لطیف الزماں صاحب کا مکتوب ملاحظہ فرمائیے۔

آپ نادم سیتاپوری کی غالب کے حوالے سے کتابیں پڑھیں گے تو بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔ جعل سازی کے سلسلے میں سر دست چار نام ذہن میں آتے ہیں۔ رسا گوالیاری نے غالب کے خطوط سے جملے اڑائے۔ عبارت ترتیب دی اور غالب سے اپنے دادا کے نام خط لکھوائے۔ مولانا عبدالباری آسی نے عالب کے رنگ میں غزلیں کہیں اور شرح لکھ دی یہ آج تک فروخت ہو رہی ہے۔ غالب کے نام پر سب سے بڑی جعل سازی ۱۹۷۹ میں سامنے آئی جب ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے دیوان غالب نسخہ امروہہ لکھوایا اور خوب روپیہ کمایا۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر انصار اللہ نظر صاحب۔ (سابق پروفیسر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کا نام سر فہرست ہے بہ ایں معنی کہ انہوں نے سب سے پہلے اس جعل سازی کی پردہ کشائی کی۔ ڈاکٹر کمال احمد صدیقی نے اسی زمانے میں پانچ سو صفحات کی کتاب ''بیاضِ غالب کا تحقیقی جائزہ'' شائع کی اور بعد میں ''غالب کی شناخت'' پر اور حضرات نے بھی مقالے لکھے ہیں۔ غالب کے نام پر دوسری جعل سازی ڈاکٹر سید معین الرحمٰن صدر شعبہ اردو گورنمنٹ کالج لاہور نے کی۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور سے دیوانِ غالب'' نسخہ ءلاہور'' کا مخطوطہ چوری کیا اور نسخہ ءخواجہ کے نام سے شائع کیا۔ سید معین الرحمٰن برسوں سے ایک اور کام کر رہے ہیں۔ مرحوم پروفیسر رشید احمد صدیقی (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کی تحریروں کو اپنے نام سے شائع کر رہے ہیں۔ معین الرحمٰن صاحب نے پرتھوی چندر کی کتاب'' جاگیر غالب'' اپنے نام سے شائع کر لی۔ ایک طالبہ بشریٰ باسط کا ایک اے کا مقالہ ''ادا جعفری شخصیت اور شاعری'' نقوش لاہور میں اپنے نام سے شائع کرایا۔ (۲۱)

بعض لوگ جعل سازی سے کسی کا کلام لے اڑتے ہیں اور بعد میں اپنے نام سے مشاعروں میں پڑھتے ہیں بلکہ اپنے نام سے دیوان بھی شائع کرا لیتے ہیں۔ بشیر حسین ناظم راقم کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔

سارا پاکستان ہی جعل سازوں اور ادبی دزدوں سے بھرا پڑا ہے۔ اسلام آباد کے نام نہاد بڑے شاعر ضیاء جالندھری نے ٹی۔ ایس ایلیٹ کی نظم کا ترجمہ چھاپ کر اسے اپنی تخلیق ظاہر کیا ہے۔ لاہور کے ایک شاعر نجم نعمانی نے اپنے ادھے استاد شمس مینائی کا پورے کا پورا دیوان اڑ نچھو کر لیا۔ اب تخلص نجم اور شمس چونکہ ہم وزن ہیں اس لیے وہ شمس کی جگہ نجم لگا کر اپنے نام سے پڑھ رہا ہے۔ ۰۰۰۰۰ اس دور کا سب سے بڑا جعل ساز نام نہاد ڈاکٹر صفدر محمود ہے۔ اس نے کسی کا مقالہ اڑ نچھو کیا پھر اسے ٹھیک ٹھاک کر کے یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کے حصول کے لیے دے دیا۔ اس نے اس پر مقدمہ کر دیا اور صفدر محمود نے اسے کچھ دے دلا کر ٹھنڈا کیا اس کی

ہر کتاب نقل ہے۔ حال ہی میں اس نے ٹرانسفر آف پاور پر ایک کتاب بنام Facts and Fictions چھاپی ہے جو بالکل نقل ہے۔ (۲۲)

جعل سازی کا ایک طریقہ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ دوسروں کے مقالات اپنے نام سے یونیورسٹیز میں پیش کر کے ایک فل یا پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کر لی جاتی ہیں۔اس سلسلے میں ایک جیسے مقالات کی تلاش کی جاتی ہے یا پھر مختلف مقالات سے مواد جمع کر کے بغیر حوالہ دیے اپنے نام کر لیا جاتا ہے۔اس قسم کے مقالات پر نہ صرف اعلیٰ مدارج کی ڈگریاں لی جاتی ہیں بلکہ ان کو شائع کر کے شہرت اور مال بھی سمیٹا جاتا ہے۔اس قسم کی جعل سازیاں عام ہیں۔اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد سلطان شاہ نے تحقیق کی ہے وہ اس جعل سازی پر اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔

> آج کل سرقہ ایسی کتب تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ تحقیق وتنقید سے متعلق کئی تحریروں پر بھی ہاتھ صاف کیے جا رہے ہیں۔۔۔۔ڈھٹائی کی انتہا ہے کہ چوری کی گئی تحقیق پر نہ صرف جامعات سے اعلیٰ ڈگریاں حاصل کی جا رہی ہیں بلکہ ان کو طبع کر کے رقم بھی کمائی جا رہی ہے۔ایسی مسروقہ تحقیق پر ڈگریوں کی سفارش کرنے والے ماہرین اور ایسے چوری شدہ ماہ کو چھاپنے والے ناشرین سارقین کی ایسی حرکتوں سے بالکل بے خبر دکھائی دیتے ہیں۔ (۲۳)

ڈاکٹر محمد سلطان نے اپنی تحقیق سے بتایا ہے کہ اس طرح کی جعل سازی سے اب تک متعدد افراد پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں۔ان میں ڈاکٹر مظفر عالم جاوید صدیقی اور ڈاکٹر محمد علی زیدی شامل ہیں۔جعل سازی کے ان حیلوں اور طریقوں کے علاوہ بھی کئی دوسرے طریقے ہو سکتے ہیں۔درحقیقت زمانے کی تیز رفتاری کے ساتھ ساتھ جعل سازی کے طریقوں میں بھی تبدیلیاں آ رہی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ ترجمہ سہیل حدائق البلاغت از خدیجہ شجاعت علی (مترجم) آزاد بک ڈپو اردو بازار لاہور، ص۲۱۴، ۲۱۷۔

۲۔ فکروفن از حکیم انجم فوقی بدایونی، سرسید اکیڈیمی، اردو بازار لاہور، ص۳۰۰

۳۔ گیان چند جین، ڈاکٹر، تحقیق کا فن، مقتدرہ قومی زبان، پطرس بخاری روڈ، اسلام آباد، ص۲۰۲۔

۴۔ نجم الغنی، مولوی، بحر الفصاحت، مقبول اکیڈمی، ۱۹۹ سرکلر روڈ، چوک انارکلی، لاہور ی ۱۹۸۹، ص۱۱۷۷

۵۔ ایضاً، ص۱۱۸۰

۶۔ ایضاً، ص۱۱۸۵

۷۔ ایضاً، ص۱۲۰۰

۸۔ ایضاً، ص۱۲۰۳ تا ۱۲۰۴

۹۔ ایضاً، ص۱۳۰۵

۱۰۔ ایضاً، ص۱۲۰۸ تا ۱۲۰۹

۱۱۔ ایضاً، ص۱۲۱۳

۱۲۔ گنجینہ تحقیق (تبصرہ) از مولوی اقبال سہیل احمد مطبوعہ نقوش (ادبی معرکہ نمبر، لاہور، ص۳۷۰

۱۳۔ نریش کمار، سرقہ اور توارد، نیو تاج آفس پوسٹ بکس ۴۹۷ ادہلی، ستمبر ۱۹۶۴ء، ص۹، ۱۰۔

۱۴۔ گیان چند، ڈاکٹر، تحقیق کا فن، ص۱۹۸ تا ۲۰۱

۱۵۔ کھردرے مضامین از ڈاکٹر انور سدید، مکتبہ فکر و خیال، ۲۷۔ استلج بلاک، اقبال ٹاؤن، لاہور، سن ءندارد، ص۱۸۱

۱۶۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کا خط بنام راقم مرقومہ ۸ مارچ ۲۰۰۱ء

۱۷۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کا خط ایڈیٹر سوجھرو کے نام مرقومہ ۱۹ دسمبر ۲۰۰۰ء۔

۱۸۔ علمی چوری از حافظ محمد ادریس مطبوعہ روزنامہ خبریں لاہور، یکم فروری ۲۰۰۱ء۔

۱۹۔ محاکمہ۔۔۔دیوانِ غالب ''نسخہ لاہور'' (مسروقہ) جعفر بلوچ، پروفیسر رفاقت علی شاہد، (مرتبین)
علم و عرفان پبلشرز، مال روڈ لاہور، جون ۲۰۰۱ ص۲۶۶۔

۲۰۔ ایضاً، ص۲۶۹۔

۲۱۔ پروفیسر لطیف الزماں کا خط بنام راقم مرقومہ ۱۴ نومبر ۲۰۰۰۔

۲۲۔ بشیر حسین ناظم کا خط بنام راقم، مرقومہ تاریخ ندارد

۲۳۔ ماہنامہ نعت (تحقیق و سرقہ نمبر) لاہور از ڈاکٹر سلطان شاہ، اکتوبر ۲۰۰۰، ص۱۱۸۔